خانہ فرہنگ جمہوری اسلامی ایران نئی دھلی میں
ہندوستانی علماء دانشوروں سے
صدر سید محمد خاتمی کا خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ سبھی ہندوستانی علماء و دانشوروں سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی خدا کا شکر ہے کہ اس سفر کے دوران اس نے آپ لوگوں کی خدمت میں عرض سلام اور اظہار ادب کی توفیق عطا فرمائی۔

میں ہندوستان میں مقیم جمہوری اسلامی ایران کے ثقافتی مشیر جناب عیسیٰ رضا زادہ اور اپنے محترم و ہر دل عزیز سفیر جناب زرگر یعقوبی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ان لوگوں نے اس ملاقات کا اہتمام کیا ہے۔ دل تو یہ چاہتا تھا کہ آپ لوگوں سے کسب فیض کرتا لیکن آپ لوگوں نے مہمان کے احترام کو نگاہ میں رکھتے ہوئے مجھے کچھ عرض کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ ایک فطری بات ہے کہ فقط ہمارے اور آپ کے درمیان ہی نہیں بلکہ دنیا کے بہت سے لوگوں کے درمیان تعلقات کی بنیاد اور گرانقدر پونجی مذہب اسلام ہے پس اس موقع پر ہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دین مبین اسلام کی موجودہ اور مطلوبہ صورتحال کے بارے میں گفتگو کروں۔

جیسا کہ آپ لوگوں کو بخوبی علم ہے اسلام دنیائے بشریت کے لئے ایک پیغام کا حامل تھا۔ پیغام توحید جو اسلامی سوجھ بوجھ اور اسلامی فطرت کا سرمایہ ہے۔ وہ پیغام در اصل عقل کے بھرپور استعمال کا پیغام اور عقل وخرد پر قرآن مجید کا غیر معمولی انحصار رہا ہے اور ہر میدان میں عدالت کا پیغام کارفرما دکھائی دیتا ہے کیونکہ الٰہی سوجھ بوجھ میں خداوند عالم نے عقل کو ہی ہر کام کی بنیاد قرار دیا ہے۔ زمین وآسمان عدل کی بنیاد پر قائم کئے گئے ہیں۔ انسانی سماج میں بھی عدالت کی بنیادوں کو مستحکم ہونا چاہئے۔ دقیق اسلامی عقل وبینش کی کسوٹی اور اس کا معیار تمام امور میں وموجود نظام

عدالت ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ خداوند عالم نے جو کچھ کہا ہے کہ وہ خود بخود حق اور عادلانہ ہوجاتا ہے بلکہ خداوند عالم وہی کہتا ہے جو حق وعدالت پر مبنی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ عشق ومحبت کا پیغام اور حسن وجمال نیز جملہ حقائق کو عزیز رکھنے کا پیغام بھی ہے۔

اسلام اپنے اس عظیم الشان پیغام کے ساتھ دنیا کے کونے کونے میں گیا اور ہر گوشے میں اپنے اثرات بھی قائم کئے لیکن اسلام کا ایک بڑا ہنر یہ تھا کہ اس نے فقط اپنا پیغام پہونچانے پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ دنیا کی دیگر تہذیبوں اور تمدنوں کے ساتھ بڑی فراخ دلی سے لین دین بھی کی یعنی اپنی تہذیب کے ذریعہ دنیاوالوں کو متاثر کرتے ہوئے دنیا کی دیگر تہذیبوں کے اثرات کو قبول بھی کیا۔ اسلام نے فکری اور ثقافتی نعمتوں کی نابودی کے لئے دنیا کے کسی دوسرے علاقے میں قدم نہیں رکھا بلکہ یہ دنیا کے جس علاقے میں بھی گیا عشق وعقل وتوحید پر مبنی پیغام اپنے ساتھ لے گیا اور بڑی خاکساری کے ساتھ اور کھلے دل سے دوسری تہذیبوں اور تمدنوں کا استقبال بھی کیا۔

چوتھی صدی ہجری میں اسلامی تہذیب وتمدن کو غیر معمولی عظمت وسربلندی حاصل تھی لیکن بڑے افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مختلف اسباب وعوامل کی وجہ سے، جن کا تفصیلی تجزیہ لازم ہے، اسی زمانہ سے اس کے زوال کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور آج ہماری حالت یہ ہوگئی ہے کہ ہم دوسروں کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو بہتر ڈھنگ سے استعمال کرنا بھی نہیں جانتے ہیں جبکہ دنیا میں علم وثروت کے خالق ومالک ہم مسلمان ہی تھے۔ آج دنیا کی دوسری تہذیبیں علم وثروت کی زیادہ سے زیادہ پیداوار میں سرگرم ہیں اور مختلف النوع علمی ومالی وسائل وامکانات ان کی دسترس میں ہیں اور ہم لوگوں نے علم وثروت کی پیداوار سے دوری اختیار کر رکھی ہے اور تلخ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم دوسروں کی تولیدات سے بہتر استفادہ کی استعداد بھی نہیں رکھتے ہیں۔

ایک وہ دن تھا جب اسلامی تہذیب وتمدن نے عظمت وسربلندی کی معراج حاصل کررکھی تھی لیکن جن اسباب کی وجہ سے اس پر زوال طاری ہوا اس پر فی الحال تو مفصل بحث نہیں کی جاسکتی ہے۔ بہرحال اسلامی پیغام کا ماحصل پیغام عشق عقل اور پیغام توحید وعدالت ہے اور اسکے ساتھ وہ لین دین بھی شامل ہے جو اسلامی تہذیب وتمدن اور دنیا کی دیگر تہذیبوں کے درمیان بھی جاری رہی ہے۔ اس نے دنیا کی دوسری تہذیبوں کی آمد پر کوئی پابندی نہیں لگائی بلکہ یونانی، ہندوستانی، چینی اور

ایرانی تہذیب وتمدن کے لئے اپنے دروازوں کو کھول دیا اور ان تہذیبوں کی نعمتوں اور برکتوں سے بھرپور فائدہ بھی اٹھایا ان تہذیبوں سے جو کچھ بھی حاصل ہوا اس سے ایک مرکب مجموعہ کی شکل ابھر کر سامنے آئی اسی کا نام اسلامی تہذیب وتمدن ہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن کا یہ پیغام آج پوری دنیائے بشریت کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اور اس طرح دوسروں کو قبول کرنے اور دوسروں سے لین دین کرنے کی استعداد ہی اسلام کی ترقی وخوشحالی کا سبب بن گئی اور وہ تاریخ میں ایک حیات بخش ندی کی طرح جاری ہوگئی۔

درحقیقت اسلام کا حقیقی پیغام اور اس کی حقیقی طاقت دوسری ثقافتوں سے اقتباس میں پوشیدہ ہے جو حقیقی اسلامی ثقافت کو دنیائے اسلام میں رائج ہونے والی سیاست سے جدا کردیتی ہے۔تاریخ میں سیاست کے نام سے اسلامی دنیا میں ہم لوگوں نے جو کچھ دیکھا اور آج تاریخ میں اسلامی ثقافت کے نام پر ہم لوگ جن چیزوں کا مشاہدہ کررہے ہیں دونوں کے درمیان بہت فاصلہ پایا جاتا ہے۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ عصر حاضر میں انسانی حقوق او سماجی زندگی کے شعبے میں حاصل ہونے والی غیر معمولی ترقی کے باوجود پیغمبر اکرمؐ کا بے نظیر اور درخشاں دور حکومت، جو تاریخ میں "خلافت راشدہ" کے نام سے مشہور ہے، پسندیدہ اور قابل قبول سیاست کی پیروی کرنے والوں کے لئے آج بھی ایک نمونہ عمل اور اسوۂ حسنہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دور حکومت کے بعد جو صورت حال پیدا ہوئی سردست اسکے تجزیہ کا موقع نہیں ہے لیکن میں اپنی کتاب "مسلمانوں کے سیاسی افکار وعقائد کا تجزیہ" میں اس سلسلے میں سیر حاصل بحث کرچکا ہوں۔ درحقیقت کتاب خدا اور سنت نبویؐ کے علاوہ اسلامی سیاست کی شناخت کا ایک اور ذریعہ بھی موجود ہے۔محققین کو اس وسیلہ کی طرف خصوصی توجہ کرنی چاہئے۔ اس وسیلہ کا نام ہے،اسلام کی ابتدائی نصف صدی کے دوران سیاست کا عملی تجربہ۔ پس اسلامی تاریخ اور علوم ومعارف کا تجزیہ کرتے وقت اس وسیلہ کی طرف بھی خصوصی توجہ دینی چاہئے اور اس کی روشنی میں کتاب وسنت کے مختلف پہلوؤں کو اور بھی اجاگر کیا جاسکتا ہے۔

بہر حال ظہور اسلام کے کچھ ہی عرصہ بعد اسلامی دنیا کی سیاست میں انحراف پیدا ہوگیا۔ اسلامی حکومت کی بنیاد عدل وانصاف پر قائم ہونے کے بجائے ظلم وناانصافی کا شکار ہوگئی۔خود غرضی اور خود پسندی کا بول بالا ہوگیا اور مذہب وفلسفہ کو ذاتی اغراض ومقاصد کے لئے استعمال کیا جانے لگا

اور دیکھتے ہی دیکھتے مسلمانوں کا مستقبل تاریک ہوتا چلا گیا۔ آج کی اصطلاح میں ہم ان اختلافات کو سیاسی جھگڑے کے نام سے پکارتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے مسند اقتدار پر قبضہ جما رکھا تھا وہ لوگ دوسروں پر غلبہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور اس دور کے تقاضوں کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنے مقصد میں کامیابی کی غرض سے اپنے اعمال کی دینی توجیہ بھی بیان کردیتے تھے۔ اس سلسلے میں ہم سلجوقی اور اسماعیلی حکومت کے درمیان ہونے والی تباہ کن جنگوں کو نمونہ کے طور پر پیش کرسکتے ہیں جس کے دوران دونوں طرف سے قتل وخونریزی کا بازار گرم تھا جس کے برے نتائج آج بھی اسلامی دنیا جھیل رہی ہے۔

سیاست کے میدان کا یہ حال تھا لیکن ثقافت کے میدان کا جلوہ قدرے حیرت انگیز دکھائی دیتا ہے۔ درحقیقت ہم لوگوں کو اسلام کی سیاسی تاریخ اور اسلام کی ثقافتی تاریخ کے درمیان فرق قائم کرنا ہوگا۔ ثقافت کی دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام دنیا کے جس گوشہ میں گیا اس علاقے کے اکثر ثقافتی، سماجی اور معنوی امور کو اپنے گلے لگالیا۔ اسی وجہ سے آپ کو آج دنیائے اسلام میں مختلف ثقافتی قدروں کی آمیزش دکھائی دیتی ہے۔ اسلامی دنیا میں ثقافتوں کے مختلف رنگ وروپ تو دکھائی دیتے ہیں لیکن اسلامی ثقافت پوری دنیا میں ایک ہے۔ اس بات سے یہ ثابت ہوجاتا ہے کہ اسلام انسان کی خشک اور ایک پہلو کی حامل زندگی کو عزیز نہیں رکھتا ہے بلکہ یہ اس کے ساتھ ہی ساتھ دنیائے اسلام میں ایک ثقافتی وحدت کی تشکیل چاہتا ہے۔

اسلامی توحید اور اسلامی عقل کا معنوی اور بنیادی پہلو نہایت حیرت انگیز ہے۔ اسلامی تہذیب وتمدن اور اسلامی ثقافت میں تنوع اور رنگارنگی کے ساتھ ہی ساتھ باہمی زندگی، آپسی تعاون اور اتحاد وہمدلی بھی دکھائی دیتی ہے اور یہ منظر اس وقت بھی دکھائی دیتا ہے جب ایک علاقے کا حکمراں کسی نہ کسی بہانہ سے دوسرے علاقے پر حملہ کیا کرتا تھا۔ سلطان محمود غزنوی نے اپنے حملۂ ہندوستان کے دوران ہندوستان میں جو کام انجام دئے اس کا اسلام سے کوئی ربط نہ تھا اگرچہ سب کچھ اسلام کی تبلیغ واشاعت کے نام پر کیا گیا تھا۔ درحقیقت سلطان محمود پوری دنیا پر فتح حاصل کرنا چاہتا تھا اور دنیا کے اکثر علاقوں کو اپنی مملکت میں شامل کرلینا چاہتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں ان حملوں کے دوران لوگوں پر بہت مظالم کئے گئے اور ظلم برداشت کرنے والوں میں مسلمان اور غیرمسلم دونوں ہی

شامل تھے۔

لیکن جب ان جنگوں کی گرد بیٹھ جاتی تھی اور تلواروں کی جھنکار ختم ہوجاتی تھی تو جو چیز باقی رہ جاتی تھی وہ ''غنی ثقافت'' ہوا کرتی تھی۔ اسلام جس علاقے میں پہونچتا تھا وہاں کی ثقافت کو غنی بنادیتا تھا اور دوسری طرف اسلامی ثقافت کو نئے علاقے میں پھلنے پھولنے کا موقع بھی فراہم ہوجاتا تھا۔

ممکن ہے کہ ہندوستان پر کئے گئے حملوں کے دوران اس ملک کے لوگوں کو مظالم کا سامنا کرنا پڑا ہو اور یہ مظالم اسلام کے نام سے کئے گئے ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان حملوں کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہوا کرتا تھا۔ ان حملوں کے خاتمہ کے بعد اسلامی ثقافت اور علاقائی تہذیب وتمدن کے درمیان پیدا ہونے والے روابط کی وجہ سے اسلامی تمدن بھی غنی دکھائی دیتا تھا اور علاقائی تہذیب میں ترقی کے آثار نمایاں ہونے لگتے تھے۔

درحقیقت ہماری تاریخ کا یہ انتہائی حیرت انگیز پہلو ہے کہ اسلام اپنے جدید پیغامات کے ساتھ آتا ہے اور نئے نئے لوگ دل وجان سے اس کا استقبال کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور دوسری طرف خود اسلام اور مسلمان لوگ مذکورہ علاقے کی تہذیب سے بہت کچھ حاصل کرلیتے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں ہے مذہب اسلام پر ہندوستانی تصوف کے اثرات کو بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ ہندوستانی عرفان نے اسلامی توحید کے چہرے کو اتنا حسین وجمیل بنادیا ہے کہ اس کی تعریف فی الحال میرے حوصلے سے باہر کی بات ہے۔

میں ابھی عرفان اور معنویت کی بات کررہا تھا۔ درحقیقت اسلام کی روح، عرفان اور معنویت کی حامل ہے اور اسلام میں جو معرفت آمیز حسن وجمال دکھائی دیتا ہے وہ اسی ہندوستان کا عطیہ ہے اور اسلامی عرفان میں موجود قیمتی سرمایہ بھی ہندوستان کی دین ہے۔ آج کی دنیا ایک ترقی یافتہ دنیا ہے اور یہ ترقیاں عظیم اور حیرت انگیز نوعیت کی حامل ہیں لیکن میں ایک بات نہایت وضاحت کے ساتھ عرض کردینا چاہتا ہوں کہ ہمارے موجودہ دور میں جس چیز کی سب سے بڑی کمی ہے وہ یہی جوہر معنویت اور عرفان ہے۔

یہ جدیدیت اور صنعتی ترقی کا زمانہ ہے اور اس دور نے دنیائے بشریت کو مختلف النوع

نعمتوں سے مالا مال بھی کیا اور ہمیں ان نعمتوں کو بہر حال حاصل کرنا چاہئے کیونکہ اسلام نے ہم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ ہم دوسروں سے حاصل کریں۔ لیکن جدیدیت اور صنعتی ترقی پر مشتمل یہ دنیا جو ہر معنویت اور عرفانی عنصر سے خالی ہے۔ خالی ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مغرب میں عرفانی افکار و عقائد نہیں پائے جاتے ہیں بلکہ انسان کبھی ایسے لوگوں سے ملاقات کرتا ہے جو غیر معمولی شخصیت اور قوی معنوی اور عرفانی سوجھ بوجھ کے حامل ہوا کرتے ہیں اور وہاں طرح طرح کی خوبیاں دکھائی دیتی ہیں لیکن افسوس کی بات ہے کہ مغربی معاشروں پر حکومت کرنے والی روح میں عرفان و معرفت نہیں ہے اور اگر ہے تو اس کا رنگ بہت کم اور پھیکا ہے۔

اب میں آپ لوگوں کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کا معنوی اور عرفانی جوھر ہماری وسیع ثقافت اور وسیع ہندوستانی تہذیب وتمدن کے درمیان قدر مشترک کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہم مسلمانوں کی سوجھ بوجھ اسلامی تعلیمات اور شریعت الٰہیہ پر مبنی ہے۔ ہندوستانی عرفان کے نتیجے میں ہم نے جو چیز حاصل کی ہے وہ ہندوستان میں موجود جمال شناسی کی پہچان ہے اور اس کی وجہ سے ہماری گفتگو کی صلاحیت میں کئی گنا اضافہ ہوجاتا ہے۔ اگر ہم اس گرانقدر جوہر پر مکمل بھروسہ کریں اور اسلام کو قوموں اور قبیلوں کے دائرہ میں محدود کرنے کی کوشش نہ کریں تو اس سے پسندیدہ نتائج حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اسلامی ظاہر پسندی کا عقیدہ درحقیقت عقیدہ دین خدا کا سب سے بڑا دشمن رہا ہے۔ دین خدا کی گہرائی اس کے عرفانی نظریۂ حسن وعشق میں پوشیدہ ہے اور اس شعبہ میں بہت سی چیزیں ہندوستانی تہذیب وتمدن کے ساتھ مشترک ہیں اور تمام چیزوں سے زیادہ ہے۔ واضح رہے کہ اسلام، دین معرفت، دین رحمت اور دین عدالت ہے۔

موجودہ دنیا دہشت گردی کی ماری ہوئی دنیا ہے۔ دہشت گردی کے ایک واقعہ میں پلک جھپکتے ہی ہزاروں لوگ خاک وخون میں غلطاں ہوجاتے ہیں۔ ۱۱ ستمبر کو رونما ہونے والے واقعہ کو ہم لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ سردست امریکہ کے پاس ہر طرح کے تبلیغی وسائل وامکانات اور جدید ترین وسائل ابلاغ عامہ موجود ہیں۔ اگر امریکہ پر ایسی کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ بڑی آسانی سے اس کو ساری دنیا تک پہونچا سکتا ہے۔ امریکہ کے علاوہ دنیا کے دیگر علاقوں میں بھی دہشت گردانہ حوادث رونما ہوتے رہے ہیں۔ آج ہم سرزمین فلسطین میں دہشت گردی کا ننگا ناچ دیکھ رہیں

کہ کس طرح وہاں کے بے گناہ عوام کو یا آوارہ وطن ہونے پر مجبور کیا جارہا ہے یا انھیں کسی نہ کسی بہانہ سے موت کے گھاٹ لگایا جا رہا ہے۔ ان لوگوں کا ایک ہی جرم ہے کہ "یہ فلسطینی ہیں۔ اس کے علاوہ خود ایران میں ہزاروں لوگ دہشت گردی کے حوادث کے دوران لقمہ اجل بن چکے ہیں۔ بہرحال دہشت گردی موجودہ دنیا کی انتہائی وحشتناک تخلیق ہے اور موجودہ دنیا سے جڑی ہوئی اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جہاد کے نام پر بین الاقوامی سطح پر ایٹمی جنگ کا ڈھول بجایا جارہا ہے اور عالمی فضا میں اس وقت جنگ اور دہشت گردی کی ماری ہوئی اس انسانی دنیا میں معرفت، رحمت اور عدالت کی بات کرنا عصر حاضر کے لوگوں کے درد کی دوا نہیں ہے کیا اس سرزمین سے ہم دنیا والوں کو یہ نہیں بتاسکتے ہیں کہ اسلام دہشت گردی کا سخت مخالف رہا ہے اور دنیا کے دیگر علاقوں کے مقابلے میں ہندوستان میں اسلام کا دہشت گردی سے عداوت رکھنے والا اور لوگوں کے درمیان باہمی احترام والا چہرہ غیر معمولی طور پر نمایاں رہا ہے۔ اگر حکمراں طبقے کی بدعنوانیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے عوام کے درمیان میل جول اور باہمی احترام پر مشتمل زندگی کو دیکھا جائے تو ہندوستان جیسی مثال دنیا کے دیگر علاقوں میں کم ہی نظر آئے گی۔ البتہ میں اس اسلام کی بات کرتا ہوں جو سماج کی گہرائی میں موجود ہے اور وہ اسلام دہشت گردی کا جانی دشمن، صلح پسند اور مذہبی رواداری کا حامل ہے اور ہندوستان میں اس کا یہ رنگ وروپ پوری طرح نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

میں نے دہشت گردی کی مخالفت کی بات کہی ہے اور دہشت گردی سے عداوت کا مطلب اس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا نہیں بلکہ جنگ دہشت گردی اور لوٹ کھسوٹ پر مبنی حوادث کو پوری طرح بے نقاب کرنا ہے تاکہ عالمی سطح پر اس کے منحوس اور ظالمانہ چہرے کو اچھی طرح کچلا جاسکے۔ دہشت گردی کی مخالفت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دوسروں کی طاقت کے سامنے شرمندگی وندامت ظاہر کی جائے بلکہ دہشت گردی سے عداوت کا مطلب یہ ہے کہ دشہت گردوں کے چہروں کو پوری دنیا میں بے نقاب کردیا جائے چاہے وہ خود دہشت گرد ہوں چاہے جنگ کی آگ بھڑکانے میں سرگرم ہوں۔ اگر دنیا والوں نے ان چہروں کو اچھی طرح پہچان لیا تو پھر موجودہ دنیا کو عدل و انصاف اورامن وسلامتی کے ساتھ صلح آمیز زندگی کی طرف بڑی آسانی سے مدعو کیا جاسکتا ہے۔

ہمیں یہ ہرگز نہ بھولنا چاہئے کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو اپنی طاقت اور اپنے اقتدار کو باقی رکھنے کے لئے ایک دشمن کی موجودگی کو لازم تصور کرتے ہیں۔ اگر دشمن ہے تو وہ اس دشمن کے خلاف جنگ کا ڈھول پیٹ سکتے ہیں اور اپنی وسعت طلب سیاست کو عملی جامہ پہنانے میں جو بجٹ درکار ہوتا ہے اس کو اپنی قوم کے جیب سے حاصل کرتے ہیں اور اس کی توجیہہ اس طرح کرتے ہیں کہ دشمن کے خلاف انھیں دفاعی کارروائی انجام دینی ہے۔ اگر کوئی دشمن نہیں ہوتا تو دشمن سازی ودشمن تراشی کے ذریعہ اس کمی کو پورا کر لیتے ہیں۔ واضح رہے کہ مارکسزم نے وسعت طلب مغربی سرمایہ داروں کی غیر معمولی خدمت انجام دی ہے اور مغربی سامراج نے اپنی وسعت پسندانہ سازشوں کی کامیابی کے لئے مارکسزم کے چہرے کو اور زیادہ خوفناک بنا کر پیش کیا ہے۔

اس سلسلے میں بڑے افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کرنا لازمی معلوما ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں کی قبائلی ذہنیت اور ان کے سطحی نظریہ وعقائد سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ مارکسی کفر والحاد کے مقابلے کے لئے وہ افغانستان میں مٹھی بھر شدت پسندوں کو لے آئے جو دیکھتے ہی دیکھتے نہ صرف دنیائے اسلام بلکہ مغربی دنیا کے لئے بھی مختلف مصائب اور پریشانیوں کا باعث بن گئے اور آج وہی لوگ جو اس شدت پسند جماعت کے خالق اور مربی تھے، اس جماعت سے مقابلہ کا بہانہ بناتے ہوئے پوری اسلامی دنیا کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ سردست مارکسزم کا شیرازہ منتشر ہو چکا ہے اور جنگ طلب عناصر کو بہر حال ایک نئے دشمن کی تخلیق کرنی ہے۔ لہٰذا دنیائے اسلام کے بعض علاقوں میں رونما ہونے والی کچھ غلط باتوں کی وجہ سے یہ لوگ اسلام کو نئے دشمن کی شکل میں پیش کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ اسلام جو ہمیشہ سے دہشت گردی کا جانی دشمن رہا ہے آج اسے دہشت گردی کا منشا بنا کر پیش کیا جارہا ہے تا کہ یہ لوگ اپنی وحشت ناک ترین دہشت گردانہ سرگرمیوں کو جائز قرار دے سکیں۔ لہٰذا ہم لوگوں کو پوری بیداری اور ہوشیاری کے ساتھ ان اسلام دشمن سازشوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔

ہندوستان اور اسلام کے سلسلے میں ایران نے ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے۔ سرزمین ہندوستان کی عظیم ثقافتی میراث اور یونانی عقل کے ہمراہ اس کے عشق وعرفان کے درمیان ایران ایک اہم وسیلہ تعلق رہا ہے اور یہ تعلق دوسری جگہوں کے مقابلے میں ایران میں زیادہ استوار رہا

ہے۔ آج ہم دوبارہ اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ ہم ایرانیوں کی نظر میں، جو نئے تجربوں کی منزل سے گزر رہے ہیں، ہندوستان کے ساتھ اپنے تعلقات کی تجدید، ہندوستانی تہذیب وتمدن کے ساتھ اپنے دیرینہ روابط پرنظرثانی اورمغرب کے ساتھ اندیشمندانہ روابط کی تشکیل کی بڑی اہمیت ہے۔ پس ایران کو جدید نقطہ نظر سے دیکھا جانا چاہئے۔ آج ایران ہندوستان کے ساتھ اپنے دیرینہ تعلقات کے استحکام کے ساتھ مغرب سے بھی رابطہ رکھنا چاہتا ہے۔ میرا اعتقاد ہے کہ ہندوستانی مسلمان اس شعبے میں اہم کام انجام دے سکتے ہیں خوش قسمتی کی بات ہے کہ ہندوستان میں مسلمان عظیم کردار کے حامل رہے ہیں۔ یہ ہندوستانی مسلمان ہی تو تھے جنہوں نے دیگر ہندوستانی ہندوؤں اور دیگر قوم والوں کے ہمراہ اپنی مادر وطن کی آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور آزادی کی اس لڑائی میں زبردست جانی اور مالی نقصان بھی برداشت کئے۔ جدید ہندوستان کی تشکیل وتعمیر کی راہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے متحدہ انداز میں سامراجیت کے خلاف جنگ کی اور سامراجی دشمنوں کو اپنے ملک کی سرحدوں سے نکال باہر کیا۔ پس سبھی لوگ اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں ہندوستان کی آزادی کی راہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں نے متحدہ طور پر عظیم قربانیاں پیش کی ہیں ہندوستان کی دوسری قوموں اور دیگر مذہبی گروہوں کی طرح مسلمانوں نے بھی اپنے ملک کی آزادی وترقی کے لئے جنگ کی ہے اور آج میں ہندوستانی ہندوؤں اور مسلمانوں سے عقیدت ورادت رکھنے والے ایک ایرانی مسلمان کی حیثیت سے یہ عرض کرنا چاہتاہوں کہ بڑے گھرانے اور خانوادہ کی ایک کڑی کی حیثیت سے ہندوستانی مسلمانوں کوبھی ہندوستانی کی وحدت ترقی اور عظمت وسربلندی کی راہ میں ہمہ تن سرگرم رہنا چاہئے۔ جہاں کہیں تفرقہ ہے ہماری تعبیر کے مطابق اس کا سبب شیطان ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں دنیا میں جہاں کہیں مذہبی، جماعتی یا قومی تفرقہ نظر آئے تو فوراً یہ سمجھ لیناچاہئے کہ تفرقہ کہ وجہ سے داخلی سطح پر ہماری توانائی میں کمی واقع ہوئی ہے جس کی وجہ سے بیرونی دشمنوں اور لٹیروں کو یہ موقع حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ بہ آسانی ہمارے وسائل وامکانات پر اپنا قبضہ جماسکیں۔ ہندوستان کو علاقائی اور عالمی سطح پر اہم اور عظیم حیثیت حاصل ہے اوراس ملک کو ہندوؤں، مسلمانوں سکھوں اور دیگر ادیان ومذاہب کے ماننے والے سبھی ہندوستانیوں کی متحدہ ومشترکہ کوشش کے ذریعہ ترقی کی منزلیں طے کرنی چاہئے کیونکہ اس نئے ہندوستان کی ولادت وتعمیر وترقی میں تمام فرقوں کے درمیان وحدت واتحاد نے

نمایاں خدمت انجام دی ہے۔

مذہب اسلام آج بڑے اہم سوالات سے دو چار ہے اور ان سوالوں کی نفی وتردید سے اسلام کا دفاع نہیں کیاجاسکتا ہے اور یہ سوالات اپنا کام انجام دیتے رہتے ہیں اور ایسی نسل کی تخلیق و تربیت کررہے ہیں جن کی زبان وفکر ہماری زبان وفکر سے بالکل مختلف ہے اور اسلام کے دفاع کا مطلب ان سوالوں کی مکمل شناخت اور ان کا مناسب وقابل قبول جواب تلاش کرنا اور انہیں موجودہ دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔ پس ہمیں اپنے دین کو لحہ بہ لحہ نئی فکروں سے ہم آہنگ کرتے رہنا چاہئے دین خدا قدسی بنیادوں کا حامل ہے۔ وحی الٰہی خداند عالم کے لازوال وسیلہ سے نازل ہوتی ہے۔ لیکن ہم لوگ انسان ہیں اور ہمارا اس دین سے سروکار ہے۔ ہم لوگ محدود انسان ہیں۔ ہماری اکثر ذہنی عادتیں اور عصری تقاضوں کے مطابق رونما ہونے والی روایات دینی تقدس کا رنگ وروپ اختیار کرلیتی ہیں اور خود ترقی کی راہ میں رکاوٹ بننے لگتی ہیں اور اس طرح دین خدا وند بدنام ہوجاتا ہے۔

ہم لوگوں کو ہمیشہ اپنے فکر کی تجدید کرتے رہنا چاہئے جیسے ہم کائنات فطرت اورعلوم کے سلسلے میں اپنی معلومات اور اپنی فکر کی تجدید اورنئی ایجادات سے اسے ہم آہنگ کرتے رہتے ہیں۔ پس دینی افکار وعقائد کی تجدید بھی لازمی ہے۔عصری مسائل کی شناخت اور ان کا تسلی بخش جواب دینے کے لئے ہمیں ہمہ تن آمادہ رہنا چاہئے۔

عصر حاضر میں وہی اسلام مستحکم وپائدار رہ سکتا ہے۔ یہ عوام کی سرداری یعنی جمہوریت کازمانہ ہے۔مشرق ومغرب ہر جگہ آج قدرت واقتدار کا مرکز عوام ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جمہوریت میں ، جو انسان کی ایجاد وتخلیق ہے، کوئی عیب نہیں ہے وہ کونسی انسانی تخلیق ویاجد ہے جس میں عیب نہیں ہے لیکن خدا کی قسم اگر غور سے دیکھئے تو جمہوریت کا عیب درحقیقت ظلم وخود پسندی کے عیب سے بہت زیادہ کم نہیں ہے سیاسی اور سماجی آزادی کا عیب فسطائی اور ہٹلری عیب سے کم نہیں ہے۔

بڑے افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ آج ہم لوگوں کو مکتب آزاد روی اور دیگر مکاتب فکر کا بھرپور تجزیہ کرنا چاہئے۔ تجزیہ کا منفی مطلب ومفہوم مراد نہ لینا چاہئے۔ لیکن ہمیشہ یہ

خیال رکھنا ضروری کہ مرکز فسطائیت سے مکتب آزاد روی کی تنقید نہ کی جائے اور مکتب آزادی روی سے فسطائیت کی تنقید کا کام نہ لیا جائے نیز اس تنقید کو اسلام کے کھاتے میں ڈالنا خیانت ہے۔ اسلام کی بقا وہمیشگی کے لئے ہم لوگوں کو اس آدم کش دہشت گردی پسند اور نسلی امتیاز کی حامل دنیا میں جمہوریت ،صلح اور عدالت کا علمبردار ہونا چاہئے اور اس طرح ہم اسلام کا خاطرخواہ دفاع کر سکتے ہیں۔ توحید، نبوت اور قیامت جیسے تین اہم اصولوں پر ہمارے عقیدہ کی بنیاد قائم ہے اور یہ تینوں اصول تمام مسلمانوں کے درمیان قدر مشترک کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ پس انھیں تین اصولوں پر ہم عدالت طلب اور صلح پسند جمہوری نظام کی بنیاد کو مستحکم بنا سکتے ہیں اور اسی چھاؤنی سے ہم پوری دنیا سے گفتگو کر سکتے ہیں۔ اور اس چھاؤنی سے جو بات کہی جائے گی وہ بہرحال نتیجہ آور ہوگی البتہ کچھ وقت ضرور لگ سکتا ہے لیکن یہ دنیا کو اس بات پر ضرور آمادہ کردے گی کہ وہ اس چھاؤنی سے بلند کی جانے والی آواز کا مثبت جواب دے۔

آخر کلام میں میں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے بڑے حوصلے کے ساتھ ہماری باتیں سماعت فرمائیں۔

والسلام علیکم ورحمة وبرکاته

☆☆☆☆☆☆